مرزا بشیر الدین محمود احمد (۱۸۸۹ء-۱۹۶۵ء) کی تفاسیر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر محمد عمران ☆

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن ☆☆

The founder of Jamat.e.Ahmadia Mirza Gulam Ahmad Qadiyyani(1835.1908) tried to prove his false believers with the help of Qurani tafaseer by amendments and changings.He wrote Qurani tafseer according to his Ahmadi believes and toole behind the righteous predecessors of tafseer.The other believers(Ahmadi) also wrote Quranic tafaseer according to Ahmadies believer.One of them who changed Quranic tafseer according to Ahmadi believes was Mirza Bashiruddin Mehmood Ahmad.In 1914 the Ahmadi jamat was divided into two group due to some objetions on Mirza Bashiruddin Mehmood Ahmad.After this Mirza Bashiruddin wrote two Tafaseer Tafseer Kabeer and Tafseer Sagheer to prove his Ahmadi believers .Both Ahmadi tafaseer are studies and observed by following tafaseer principles and proved how Ahmadies tafaseer are dangerous for muslims.

بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد (۱۸۳۵ء-۱۹۰۸ء) نے اپنے باطل عقائد و نظریات کو آگے پھیلانے کے لیے تحریک قرآنی کا سہارا بھی لیا۔ اس کے لیے اس نے حکیم نورالدین بھیروی (۱۸۴۱ء-۱۹۱۴ء) اور محمد علی لاہوری (ت ۱۹۵۱ء) کو یہ ذمہ داری سونپی۔ حکیم نورالدین روزانہ مرزا غلام احمد کے حکم پر درس دیا کرتے تھے اور جماعت احمدیہ میں ان کے دروس قرآن ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں اور محمد علی لاہوری کے ذمے قرآن کا ترجمہ انگریزی زبان لگایا گیا۔ محمد علی لاہوری جماعت احمدیہ میں اشاعت قرآن کے لحاظ سے سرفہرست مانے جاتے ہیں۔ اس قرآنی تحریک کا یہ نتیجہ نکلا کہ جماعت احمدیہ ربوہ گروپ نے ۳۳ زبانوں میں سورہ فاتحہ کا ترجمہ، ایک سو ایک مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے مخصوص حصہ کا ترجمہ کیا۔ مثلاً سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سورہ اخلاص اور سورہ الناس وغیرہ۔ اور ۳۷ زبانوں میں پورے قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ اور تا حال جماعت احمدیہ، ربوہ کی طرف سے مختلف زبانوں میں تراجم قرآن پر کام ہو رہا ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ، لاہور کی طرف سے بارہ زبانوں میں تراجم قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن کی تفسیر بھی کی گئی ہے۔ لیکن اس تمام کام کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل عقائد و نظریات، بہت سی آیات کا من گھڑت ترجمہ، تفسیر میں ہوائے نفس کی اتباع کرنا اور متشابہ آیات میں اپنی رائے کو حتمی شکل دینے میں تمام قادیانی مفسرین اور قادیانی تراجم قرآن یہ

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

طریقہ اختیار کر کے خاتم النبیین آنحضرت ﷺ کے درج ذیل فرمان کے مصداق ٹھہرے ہیں"عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ من قال في القرآن برايه فليتبوأ مقعده من النار و في رواية من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار ۔"(۱)"حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے قرآن کے متعلق اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے قرآن کے متعلق بغیر علم کے کوئی بات کہی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے" قادیانیوں کی لکھی گئی تفاسیر میں سے مرزا بشیر الدین محمود احمد ☆ کی دو تفاسیر ''تفسیر کبیر'' اور ''تفسیر صغیر'' بھی شامل ہیں۔

مرزا بشیر الدین نے جماعت احمدیہ ربوہ کے عقائد و نظریات اور تفسیر بالرائے المذموم کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ دو تفاسیر لکھیں۔ جس میں مرزا بشیر الدین نے تراجم قرآن کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن میں بھی بہت سی غلطیاں کر کے جماعت احمدیہ کے عقائد و نظریات اور اپنی رائے کو ترجیح دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ان دو تفاسیر کی تفصیل درج ذیل ہے۔

''تفسیر کبیر'' کا تعارف:

مرزا بشیر الدین نے اپنے ابتدائی دور میں قرآن کی اشاعت کے لئے جماعت احمدیہ کے علماء کی ایک کمیٹی بنائی تھی۔ جن کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ قرآن کا ترجمہ و تشریح جماعت کی طرف سے لکھ کر عام کریں۔ اس جماعت کی تفسیر پہلے پارے پر مشتمل شائع ہوئی تھی لیکن اب وہ نایاب ہے۔ میں نے خلافت لائبریری میں دیکھی ہے۔ اور یہ پہلے پارے کی تفسیر کا انداز اور طریقہ تفسیر کبیر کی طرح ہے۔ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ آیا تفسیر کبیر مرزا بشیر الدین کی ہے یا نہیں۔ اور پھر اس کمیٹی کا کام اس کے بعد کبھی شائع نہیں ہوا۔ اور اسی طرح مرزا بشیر الدین کے جو قرآنی دروس ہیں جو خلافت میں مختلف وقتوں میں دیا کرتے تھے وہ بھی اگر کوئی سنے تو اس میں بھی کوئی علمی انداز نظر نہیں آتا۔

تفسیر کبیر دس جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ پورے قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔

جلد اول	فاتحہ تا بقرہ	جلد دوم	بقرہ
جلد سوم	سورہ یونس تا ابراہیم	جلد چہارم	سورہ حجر تا الکہف
جلد پنجم	سورہ مریم تا انبیاء	جلد ششم	سورہ حج تا فرقان
جلد ہفتم	سورہ شعراء تا عنکبوت	جلد ہشتم	سورہ نباء تا بلد

جلد نہم　　سورہ شمس تا ہمزہ　　جلد دہم　　سورہ فیل تا ناس

باقی حصوں پر ابھی کام جاری ہے۔

''تفسیر کبیر'' کا منہج:

سب سے پہلے سورت کا تعارف کراتے ہیں اور اس سورت کے متعلق واقعات کو بیان کرتے ہیں پھر اس سورت کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کا متن لکھ کر آگے اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور جس آیت کی وضاحت کرنی ہو اس کا نمبر دے کر نیچے اس کی وضاحت کرتے ہیں سب سے پہلے لغوی وضاحت کرتے ہیں۔ پھر اس آیت کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔

''تفسیر کبیر'' کے مصادر و مراجع:

تفسیر کبیر میں لغات میں سے مفردات امام راغب (م ۵۰۲ھ)، لسان العرب سابقہ آسمانی کتابوں سے اور مستشرقین کے اقوال سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اصول تفسیر کی روشنی میں ''تفسیر کبیر'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ:

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (۲)

''اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

''اور وہ آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں۔'' (۳)

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۴)

''پھر جونہی آیا خوشخبری لانے والا اور ڈال دی اس نے قمیض ان کے منہ پر تو لوٹ آئی ان کی بینائی یعقوب نے کہا کیا نہ کہا تھا میں نے تم سے کہ بے شک میں جانتا ہوں من جانب اللہ وہ (باتیں) جو تم نہیں جانتے۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

''پس جونہی کہ (یوسف مل جانے کی) بشارت دینے والا (شخص حضرت یعقوبؑ کے پاس) آیا اس نے

اس (کرتے) کو اسکے سامنے رکھ دیا۔ جس پر وہ صاحب بصیرت ہوگیا (اور ان سے) کہا۔ کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں یقیناً اللہ (تعالیٰ) کی طرف (علم پا کر وہ کچھ) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔" (۵)

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (۶)

"پس اشارہ کیا مریم نے بچے کی طرف۔ وہ کہنے لگے کیسے بات کریں ہم اس سے جو ہے گود میں ایک چھوٹا سا بچہ۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"اس پر اس نے اس (بچہ) کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا ہم اس سے کس طرح باتیں کریں جو کہ کل تک پنگھوڑے میں بیٹھنے والا بچہ تھا۔" (۷)

وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ (۸)

"اور (یاد کرو) داؤدؑ اور سلیمانؑ (کا قصہ) جب فیصلہ کر رہے تھے وہ ایک کھیت (کے مقدمے) کا جب جا گھسی تھیں اس میں بکریاں لوگوں کی اور تھے ہم ان کے فیصلے پر نگران۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"اور (یاد کرو) داؤد بھی اور سلیمان کو بھی جبکہ وہ دونوں ایک کھیتی کے جھگڑے میں فیصلہ کر رہے تھے۔ اس وقت جبکہ ایک قوم کے عامی لوگ اسکو کھا گئے تھے (یعنی تباہ کر گئے تھے) اور ہم ان کے فیصلہ کے گواہ تھے۔" (۹)

وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَن يَغُوصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ (۱۰)

"اور (مسخر کر دیے تھے اس کے لیے) شیطانوں میں سے ایسے جو غوطے لگاتے تھے اس کے لیے اور کرتے تھے بہت سے کام علاوہ اس کے، اور تھے ہم ان کے نگران۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"اور کچھ سرکش لوگ ایسے تھے جو اس کے لیے سمندروں میں غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی اور کام کرتے تھے۔ اور ہم ان کے لیے نگرانی کا کام کرتے تھے۔" (۱۱)

وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ (۱۲)

''اور یہ کہ قیامت ضرور آئے گی ،نہیں کوئی شک اس (کے آنے) میں اور یہ کہ اللہ ضرور اٹھائے گا انہیں جو جا چکے ہیں قبروں میں۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

''اور ہر چیز کے لیے جو وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔اس میں کوئی شبہ نہیں۔اور اللہ (تعالیٰ) یقیناً ان کو جو قبروں میں ہیں دوبارہ اٹھائے گا۔'' (۱۳)

وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا (۱۴)

''اور کہتے ہیں یہ ظالم کہ نہیں کر رہے تم پیروی مگر ایک ایسے شخص کی جو سحر زدہ ہے۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

''اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو جس کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔'' (۱۵)

مسحوراً کے دو معنی ہیں (۱) جادو زدہ شخص (۲) وہ شخص جسے کھانا کھلایا جاتا ہے۔اس آیت میں پہلا معنی راجح ہے اور دوسرا مرجوح لیکن مرزا محمود نے مرجوح معنی کو ترجیح دی ہے۔چنانچہ علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "و الاظهر التفسير الاول على ما فى البحر". (۱۶)

قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ (۱۷)

''وہ کہنے لگے اصل معاملہ یہ ہے کہ تم ایک سحر زدہ شخص ہو۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

''اس پر وہ (لوگ جو کافر تھے) بولے۔تجھ کو صرف کھانا دیا جاتا ہے۔'' (۱۸)

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ (۱۹)

''اور جب آ پہنچے گا ہماری بات پورا ہونے کا وقت ان پر تو نکالیں گے ہم ان کے لیے ایک جانور زمین سے جو باتیں کرے گا ان سے اس لیے کہ لوگ ہماری آیات کا یقین نہیں کرتے تھے۔''

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"اور جب ان کی تباہی کی پیشگوئی پوری ہو جائیگی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک کیڑا نکالیں گے جو ان کو کاٹے گا اس وجہ سے کہ لوگ ہمارے نشانات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔" (۴۰)

فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ (۴۱)

"آخر کار دھنسا دیا ہم نے اسے بھی اور اس کے گھر کو بھی زمین میں۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"پھر ہم نے اس کو اور اس کے قبیلہ کو مکروہات میں مبتلا کر دیا۔" (۴۲)

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا (۴۳)

"سو ان سب کو پکڑا ہم نے ان کے گناہوں کے سبب سو ان میں سے کچھ ایسے ہیں کہ بھیجی ہم نے ان پر پتھراؤ کرنے والی ہوا۔"

تفسیر کبیر کا ترجمہ:

"پس ہم نے ان میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑ لیا۔ سو ان میں سے کوئی تو ایسا تھا کہ ہم نے اس پر پتھروں کا مینہ برسایا۔" (۴۴)

اس کے علاوہ تفسیر میں بھی بہت سی غلطیاں کی گئی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

سورۃ فاتحہ میں "انعمت علیھم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں "اگر کہا جائے کہ مع کا لفظ (وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا وا　لی آیت میں آیا ہے) درحقیقت اس تشریح کے ساتھ لگتا ہے جو "انعم اللہ علیھم" کی اس آیت میں کی گئی ہے تو بھی یہ اعتراض بالبداہت غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ تشریح میں چار گروہوں کا ذکر ہے۔ اب اگر مع کے معنی صرف معیت کے ہیں نہ کہ گروہ میں شمولیت کے تو پھر اس تشریح کے مطابق اس آیت کے یہ معنی ہونگے کہ مسلمان نبی نہ ہونگے بلکہ نبیوں کے ساتھ رہیں گے۔ صدیق نہ ہوں گے بلکہ صدیق کے ساتھ رہیں گے۔ اسی طرح شہید اور صالح نہ ہونگے بلکہ شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ رہیں گے اس سے زیادہ غلط معنی اور کیا ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ رسول ﷺ کی اور امت محمدیہ کی ہتک کیا ہو سکتی ہے کہ اس امت میں نبی تو الگ رہے صدیق اور شہید اور صالح بھی نہ ہونگے۔" (۴۵)

سورہ ہود کی آیت "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" کی تشریح میں مرزا غلام احمد کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ 'شَاهِدٌ مِّنْهُ' کے متعلق مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے شَاهِد سے رسول ﷺ اور "اَفَمَنْ كَانَ" سے مؤمن مراد لیے ہیں۔ مگر یہ معنی بالکل خلاف عقل ہیں۔ کیونکہ رسول ﷺ پہلے تھے اور مؤمن پیچھے تھے۔ اور اس آیت میں "اَفَمَنْ كَانَ" والا وجود پہلے اور "يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" والا پیچھے بتایا گیا ہے۔ بعض نے "شَاهِدٌ منه" کے معنی ابوبکر کے اور بعض نے حضرت علی کے کئے ہیں۔ مگر یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ آیت میں شاہد کے لئے "مِّنْـــه" کی شرط لگائی گئی ہے۔ یعنی وہ شاہد خدا تعالیٰ کی طرف سے اس شہادت کے لئے حکم پا کر کھڑا ہوگا۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت علی کی طرف سے ہرگز یہ دعویٰ نہ تھا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے شہادت کے لئے مبعوث کیا ہے بعض لوگوں نے عبد اللہ بن سلام کو شاہد کہا ہے۔ لیکن ان پر بھی اعتراض پڑتا ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ اس جگہ خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ذکر ہے۔" (۲۶)

یہاں پر تحریف کر کے قرآن کی غلط تشریح کی گئی ہے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "شاهد من الله يعني جبريل۔" (۲۷) اور تفسیر جلالین کے حاشیہ میں ہے کہ "قوله شاهد اختلفوا في ذلك الشاهد فقال بعضهم انه القرآن وقال بعضهم هو النبي عم وقال بعضهم هو الجبريل وهو مختار الشارح وقال بعضهم هو الاعجاز۔" (۲۸) "اللہ کا فرمان شاهد اس الشاهد میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا اس سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور بعض نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اور وہی شارح کے ہاں مختار قول ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد اعجاز ہے۔"

سورہ ہود میں طوفان نوح کے متعلق لکھتے ہیں کہ "یہ درست نہیں کہ نوح کا طوفان سب دنیا پر آیا۔ طوفان ایک ہی جگہ پر آیا۔" (۲۹)

سورہ ہود میں حضرت لوطؑ کی طرف فرشتوں کو بھیجا گیا تھا مرزا بشیر الدین ان فرشتوں کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میرے نزدیک یہ لوگ آدمی تھے۔ گو ان کی نیکی کی وجہ سے بعض نے انہیں ملک کہا ہے۔" (۳۰)

سورہ یوسف کی آیت "قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا" کی تشریح میں مرزا بشیر الدین غلام احمد کی پریشانیوں کو حضرت یوسفؑ کی پریشانیوں کے ساتھ ملاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود

علیہ السلام ان آیات کو بیماری کے ایام میں عشاء کی نماز میں کثرت سے پڑھتے تھے۔اس کا موجب بھی وہی تھا کہ آپ کے اور آپ کی قوم کے درمیان بھی یوسف اور اس کے بھائیوں والا معاملہ گزر رہا تھا۔"(۳۱)

سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے تمام واقعہ کو کشف قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ "یہ واقعہ حضرت موسیٰ کا ایک کشف ہے میرے نزدیک جسم کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ انہیں پیش نہیں آیا۔"(۳۲)۔اور پھر اس کے بعد تمام واقعات میں وہ تشریح کی ہے جو آج تک کسی مفسر قرآن نے سوچی بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ سب سے پہلے قرآنی آیت "فوجدا عبداً" میں لفظ "عبد" کے متعلق لکھتے ہیں کہ "عبد سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے جو حضرت موسیٰ کو متمثل ہو کر نظر آئے۔"(۳۳)

یہاں پر مرزا بشیر الدین نے قرآنی مراد ہی غلط بتلائی ہے تفسیر ابن عباس میں ہے "یعنی خضرؑ"(۳۴) اسی طرح تمام مفسرین نے یہاں خضر ہی مراد لیا ہے۔

سورہ کہف میں "نسیا حوتهما" کے متعلق لکھتا ہے کہ "نسیا حوتهما" کے یہ معنی ہیں کہ جس مقام پر ان لوگوں کے ہاتھوں سے نیک لوگوں کی عبادت گاہیں اور عبادت گزاروں کی مساجد نکل جائیں گی۔وہی مقام مجمع البحرین ہوگا۔یعنی جہاں موسوی سلسلہ ختم ہو جائے گا اور محمدی سلسلہ شروع ہوگا۔"(۳۵) اس جگہ مجمع البحرین سے آنحضرت ﷺ کا زمانہ مراد لیا۔

کشتی والے واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "سفینہ" سے مراد دنیاوی مال ہے۔اور کشتی میں دونوں کے سوار سے مراد یہ ہے کہ دونوں کی امتوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ انہیں دنیوی مال بافراغت ملے گا۔"(۳۶)

سورہ کہف میں قریہ والے واقعہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "میری رائے میں اس نظارے کا پہلا حصہ بتاتا ہے کہ قریہ سے مراد عالم یہودیت اور نصرانیت ہے۔جب اس سے تعاون کی درخواست کی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا۔اور دیوار سے یہود و نصاریٰ کے بزرگ ہیں۔اور اس کے گرنے کے قریب پہنچنے سے مراد ان کے بزرگوں کے اثر کا زائل ہونا ہے اور مرمت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انکی تعلیم کو پھر سے قائم کر دیا اور ان کے اندر ایک نیا والی یا حاکم مقرر کر دیا۔"(۳۷)

مرزا بشیر الدین نے ان آیات میں صریح غلطی کی آج تک کسی مفسر نے نہ تو ان آیات کی ایسی تشریح کی ہے اور نہ احادیث مبارکہ سے واضح ہے اور خود قرآنی آیات بھی مرزا بشیر الدین کی تردید کر رہی ہیں۔

سورہ عنکبوت کی آیت "يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ" کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ "بعض لوگ سمجھتے

ہیں کہ یہاں آخرت کا ذکر کیا گیا ہے مگر یہ درست نہیں۔اس جگہ آخرت کا نہیں بلکہ اسی دنیا کا ذکر کیا گیا ہے اور چونکہ اس دنیا میں مردہ زندہ نہیں ہوتے اس لئے پیدائش اول سے مراد قوموں کو تمکنت بخشنا اور پیدائش ثانی سے مراد غالب قوموں کے زوال کے بعد دوبارہ ان میں بیداری پیدا کرنا ہے۔"(۳۸) تمام مفسرین نے بالاتفاق یہاں پر قیامت کا دن مراد لیا ہے تفسیر ابن عباس میں ہے 'بعده یوم القیامة'۔"(۳۹)

"تفسیر صغیر" کا تعارف:

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تفسیر صغیر کے اندر قرآن مجید کا تفسیری ترجمہ کیا ہے لیکن جب اس کے تفسیری ترجمہ پر اعتراضات کئے گئے تو اس کے بعد ان تفسیری تراجم کو تفسیری نوٹ کی شکل میں نیچے حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے تا کہ ان اعتراضات کو دور کیا جا سکے۔تفسیر صغیر کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔یہ ایک جلد میں ہے اور اس کے کل صفحات ۸۵۲ ہیں۔ابتداء میں مضامین کو حروف تہجی کے اعتبار سے انڈیکس کی صورت میں لکھا گیا ہے جو کہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

"تفسیر صغیر" میں تفسیری منہج:

تفسیر صغیر میں ابتداء قرآنی آیت کو بیان کر کے ترجمہ کیا گیا ہے اور اس کے بعد مشکل مقامات کی وضاحت حاشیہ میں مختصراً انداز میں کی گئی ہے۔حاشیہ میں لغات اور عربی محاورات کے ساتھ تفسیر بالرائے مذموم کی صورت میں تفسیر کی گئی ہے۔اور بعض آیات کی تفسیر میں متعدد اقوال تھے مفسرین نے ان اقوال میں سے بعض کو راجح بعض کو مرجوح اور بعض کو بالکل نا قابل توجہ قرار دیا ہے۔مرزا محمود احمد نے مرجوح اور ساقط الاعتبار قسم کے اقوال کو چن چن کر تفسیر صغیر میں جمع کیا ہے اور اسی طرح حضرات انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے بہت سے معجزات کا بھی مختلف تاویلیں کر کے ان کا انکار کیا ہے۔

"تفسیر صغیر" کے مصادر و مراجع: مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تفسیر کے اندر درج ذیل مصادر و مراجع کے ذریعہ سے تفسیر کی ہے۔

۱۔ قرآنی آیات سے اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے غلط انداز میں بعض دفعہ استدلال کرتے ہیں۔

۲۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے چند ایک احادیث سے بھی استدلال کیا ہے۔

۳۔ قرآنی تفسیر میں اپنی رائے کو بیان کر کے حتمی شکل دی ہے۔

اصول تفسیر کی روشنی میں "تفسیر صغیر" کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ:

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی اس تفسیر میں اصولِ تفسیر سے ہٹ کر قرآن مجید کا غلط تفسیری ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مفہوم کو بھی غلط انداز میں بیان کیا ہے جس کی مثال حضور ﷺ سے لے کر سلف وصالحین میں کسی کے ہاں نہیں ملتی۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے تفسیر صغیر میں تفسیری ترجمہ کے اندر سلف وصالحین سے ہٹ کر جو ترجمہ کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ. (۳۰)

''اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو اس پر انہوں نے تو فرمانبرداری کی مگر ابلیس (نے نہ کی اس) نے انکار کیا۔''

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ''آدم کی پیدائش کی وجہ سے خدا تعالیٰ کو سجدہ کرو، یہ مراد نہیں کہ آدم کو سجدہ کرو۔'' (۳۱)

حافظ ابن کثیرؒ (۷۰۰ھ-۷۷۴ھ) اپنی تفسیر میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''و السجدة لآدم اکراماً و تعظیماً و احتراماً و سلاماً وهی طاعة الله عز وجل لأنها امتثال لأمره تعالیٰ و قد قواه الرازی فی تفسیره ۔ (۳۲)'' اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ اکرام اور تعظیم، احترام اور سلام کی وجہ سے تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی تھی اس لیے کہ وہ اللہ کے حکم کی بجا آوری تھی اسی قول کو قوی قرار دیا ہے امام رازیؒ نے۔''

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ. (۳۳)

''اور جب قتل کیا تھا تم نے ایک شخص کو پھر باہم جھگڑنے لگے تھے تم اس کے بارے میں اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس (بات) کو جو تم چھپا رہے تھے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل (کرنے کا دعویٰ) کیا پھر تم نے اس کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ جو (کچھ) تم چھپاتے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔'' (۳۴)

مرزا محمود نے ''و اذ قتلتم'' کے معنی میں تحریف کی ہے۔ مرزا محمود کا معنی آج تک کسی مفسر قرآن

نے نہیں کیا۔

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ. (۴۵)

''اوران میں تو ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے خوف سے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''ان (دلوں) میں سے (بھی) بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے (معافی مانگتے ہوئے) گر جاتے ہیں۔''(۴۶)

منہا کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں (۱) حجارہ (۲) قلوب۔ اکثر مفسرین کے نزدیک ہا ضمیر کا مرجع حجارہ ہے لیکن مرزا محمود منہا کی ضمیر کا مرجع قلوب کو راجح قرار دیتے ہیں۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ. (۴۷)

''یہ بھی ایک گروہ تھا جو ہو گزرا۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''یہ وہ جماعت ہے جو (اپنا زمانہ پورا کر کے) فوت ہو چکی ہے۔''(۴۸)

خلت کا معنی موت کرنا لغتِ عرب اور کتبِ تفسیر کے بالکل خلاف ہے۔ مرزا محمود احمد اس کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ. (۴۹)

''جانتا ہے اللہ کہ بے شک تم خیانت کرتے تھے اپنے آپ سے سو عنایت فرمائی اس نے تم پر اور درگزر کیا تم سے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں کی حق تلفی کرتے ہو اس لئے اس نے تم پر فضل سے توجہ کی اور تمہاری (اس حالت کی) اصلاح کر دی۔''(۵۰)

مرزا بشیر الدین محمود احمد یہاں پر 'تختانون انفسکم' کے معنی میں تحریف کی ہے۔ اس کا صحیح معنی ہے خیانت کرنا لیکن مرزا محمود نے اس کا معنی کیا ہے حق تلفی کرنا۔ چنانچہ مفردات غریب القرآن میں اس آیت

کے متعلق ہے" و قوله علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم و الأختيان مرادة الخيانة و لم يقل تخونون انفسكم لأنه لم تكن منهم الخيانة بل كان منهم الأختيان فان الأختيان تحرك شهوة الانسان لتحرى الخيانة و ذلك هو المشار اليه بقوله تعالىٰ ان النفس لأمارة بالسوء۔"(۵۱)"اور اللہ تعالیٰ کا فرمان علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم اور اختیان خیانت کا ارادہ ہے اور تخونون انفسكم نہیں کہا کیونکہ ان کی طرف سے خیانت نہیں تھی بلکہ ان کی طرف سے اختیان تھا۔ اور اختیان انسانی شہوت کی حرکت ہے خیانت کے بارے میں سوچنے کے لیے۔ اور اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ان النفس لأمارة بالسوء۔"

يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۔ (۵۲)

"اے مریم! تابع فرمان بن کر دست بستہ کھڑی رہو اپنے رب کے حضور اور سجدہ کرو اور جھکا کرو جھکنے والوں کے ساتھ۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

"اے مریم! تو اپنے رب کی فرمانبردار بن اور سجدہ کر اور صرف موحدانہ پرستش کرنے والوں کے ساتھ مل کر موحدانہ پرستش کر۔"(۵۳)

حاشیہ میں لکھتے ہیں عربی میں رکع کے معنی توحید کے مطابق عبادت کرنے کے ہیں اس لئے یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ موحدانہ پرستش کر۔

مرزا محمود نے اس آیت کے اندر رکع کے معنی میں تحریف کی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں "الركوع الانحناء فتارة يستعمل في الهيئة المخصوصة في الصلوٰة كما هي و تارة في التواضع و التذلل۔"(۵۴)"رکوع کا معنی جھکنا ہے پس کبھی یہ استعمال کیا جاتا ہے نماز کی ہیئت مخصوصہ پر اور کبھی عاجزی اور انکساری کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔" اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے "وقوله (واركعي مع الراكعين) امر بالصلوٰة في الجماعة او يكون المراد من الركوع التواضع۔" (۵۵)"اللہ تعالیٰ کا فرمان (واركعي مع الراكعين) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے یا رکوع سے مراد عاجزی کرنا ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع کا معنی موحدانہ پرستش کرنا سراسر غلط ہے۔

وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ (۵۶)

''اور قتل کرتے تھے نبیوں کو ناحق۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''اور بلاوجہ نبیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔''(۵۷)

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں'' یقتلون الانبیاء '' کے الفاظ ہیں اور بنی اسرائیل نے سب نبیوں کو قتل نہیں کیا مگر چونکہ قتل کا لفظ کوشش قتل کے لئے بھی آتا ہے ہم نے واقعات کے مطابق قتل کرنے کی جگہ قتل کرنے کی کوشش ترجمہ کیا ہے۔ الانبیاء پر الف لام عہد کا ہے نہ کہ استغراق کا جو کہ تمام انبیاء پر دلالت نہیں کرتا۔ یہاں پر مرزا محمود نے لمبی چوڑی تقریر کی ہے اس کا کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی آج تک کسی نے یہ ترجمہ کیا ہے جو کہ مرزا محمود احمد نے کیا ہے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. (۵۸)

''پھر جب اٹھالیا تو نے مجھے تو تھا تو نگہبان ان پر اور تو ہر چیز پر نگران ہے۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگران تھا (میں نہ تھا) اور تو ہر چیز پر نگران ہے۔''(۵۹)

مرزا محمود احمد قرآن مجید کی اس آیت کا غلط ترجمہ کر کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنا چاہتا ہے لیکن آج تک کسی نے بھی یہ ترجمہ نہیں کیا چنانچہ روح المعانی میں ہے'' (فلما توفیتنی) ای قبضتنی بالرفع الی السماء کما یقال توفیت المال اذا قبضته و روی هٰذا عن الحسن و علیه الجمهور. وعن الجبائی ان المعنیٰ امتنی و ادعیٰ ان رفعه علیه السلام الیٰ السماء کان بعد موته و الیه ذهب النصاریٰ ۔''(۶۰)''(فلما توفیتنی) یعنی جب آپ نے مجھے پورا پورا وصول کرلیا آسمان کی طرف اٹھانے کے ساتھ جیسے کہا جاتا ہے توفیت المال جس وقت تو اس مال کو پورا پورا وصول کرلے اور اس کو روایت کیا گیا ہے حسن سے اور اس پر جمہور قائم ہیں اور امام جبائی سے منقول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ آپ نے مجھے موت دے دی اور انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا موت کے بعد تھا یہی مذہب نصاریٰ کا ہے۔''

انزلنا کا معنی" خلقنا" کرنا سراسر غلط ہے اور یہ معجزات کا انکار کرنا ہے۔

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ . (۶۱)

"پھر جب دیکھا ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دنگ رہ گئیں اور کاٹ بیٹھیں اپنے ہاتھ۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

"پس جب انہوں نے اسے دیکھا تو اسے (بہت) بڑے شان کا انسان پایا اور (اسے دیکھ کر حیرت سے) اپنے ہاتھ کاٹے (حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی انگلیاں دانتوں میں دبالیں)۔"(۶۲)

مرزا محمود نے" قطعن ایدیھن "کے معنی میں انحراف کرکے باطل تاویل کی ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے" (و قطعن ایدیھن) بالسکاکین التی کانت معھن وھن یحسبن انھن تقطعن الاترج و لم یجدن الالم لشغل قلوبھن بیوسف قال مجاھد فما احسن الا بالدم قال قتادۃ ابنّ ایدیھن حتی القینھا و الاصح انہ کان قطعا بلا ابانۃ و قال وھب ماتت جماعۃ منھن. " (۶۳)"(و قطعن ایدیھن) یعنی انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ان چھریوں کے ساتھ جو ان کے پاس تھیں اور وہ گمان کر رہی تھیں کہ وہ لیموں کاٹ رہی ہیں اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام میں اپنے دلوں کے مشغول ہونے کی وجہ سے درد بھی محسوس نہ کیا۔ امام مجاہد نے فرمایا انہوں نے صرف خون ہی محسوس کیا قتادہ نے کہا کہ انہوں نے ہاتھوں کو کاٹ کر پھینک دیا مگر صحیح یہ ہے کہ ہاتھ تو کاٹ لیے مگر الگ کرکے نہیں پھینکے اور وہب نے کہا کہ ان میں سے کچھ عورتیں مر گئیں۔"

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ . (۶۴)

"(اور چل پڑے) حتی کہ جب پہنچے وہ چیونٹیوں کی وادی میں تو کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! گھس جاؤ اپنی بلوں میں۔"

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

"یہاں تک کہ جب وہ وادیٔ نملہ میں پہنچے تو نملہ قوم میں سے ایک شخص نے کہا اے نملہ قوم! اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ۔"(۶۵)

مرزا محمود نے یہاں نملہ سے قوم مراد لی ہے جو کہ کسی مفسر کے ہاں یہ معنی مراد نہیں لیا گیا۔

وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ ۔ (۶۶)

''اور جو لئے ہوئے آئے گا برائی (شرک) تو وہ اوندھے منہ ڈالے جائیں گے آگ میں۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''اور جو لوگ برے عمل لے کر خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان کے سرداروں کو دوزخ میں اوندھا کر کے گرا دیا جائے گا۔'' (۶۷)

مرزا محمود نے یہاں پر منہ کا ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ نواب محمد صدیق حسن بھوپالی (م ۱۳۰۷ھ) تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن میں لکھتے ہیں ''والمعنیٰ انهم كبوا فيها على وجوههم و القوا فيها و طرحوا عليها يقال كب الرجل اذا القيته لوجهه فانكب و اكب و ذكرت الوجوه لأنها موضع اشرف من الحواس فغيرها اولىٰ.'' (۶۸) اور معنی یہ ہے کہ انہیں اوندھے منہ ڈال دیا جائیگا اور جھنم میں پھینک دیا جائیگا جیسے کہا جاتا ہے کب الرجل جس وقت تو اسے چہرے کے بل ڈال دے پس وہ اوندھے منہ گر جائے اور چہروں کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ وہ تمام اعضاء میں سے معزز جگہ ہے تو بقیہ اعضاء تو بطریق اولیٰ۔''

يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۔ (۶۹)

''(اور حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو! تسبیح و مناجات میں ساتھ دو اس کا (اور یہی حکم دیا تھا) پرندوں کو بھی۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''(اور کہا تھا کہ) اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم بھی اور اے پرندو! تم بھی اس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرو۔'' (۷۰)

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۔ (۷۱) ''اور قسم ہے آباد گھر کی۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''اور خانہ کعبہ کو جو ہمیشہ آباد رہے۔'' (۷۲)

یہاں پر بیت سے مراد خانہ کعبہ نہیں بلکہ وہ گھر ہے جہاں آسمانوں پر فرشتے عبادت کرتے ہیں لیکن مرزا محمود نے اس کا معنی غلط کر کے قرآن میں تحریفِ معنوی کی ہے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ ۔ (۷۳)

''عنقریب فارغ ہوئے جاتے ہیں ہم تمہارے (احتساب) کے لئے اے زمین کے دو بوجھو (گروہ جن وانس)۔''

تفسیر صغیر کا ترجمہ:

''اے دونوں زبردست طاقتو! (حاشیہ: یعنی روس اور امریکہ کی طاقتوں کا مجموعہ) ہم تم دونوں کے لئے فارغ ہو رہے ہیں۔'' (۷۴)

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تفسیر کے اندر ان تفسیری تراجم کے علاوہ تفاسیر میں بھی بہت سی خرافات کی ہیں اور سلف وصالحین سے ہٹ کر اپنی عقل کو ترجیح دیتے ہوئے تفسیر کی ہے جس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ. (۷۵) کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ شیطان کے ذکر میں اور کئی دوسری آیات میں آدم کی پیدائش طین سے بتائی گئی ہے یعنی ایسی مٹی جس میں الہام کا پانی ملا ہوا تھا لیکن ان آیات میں آدم اور عیسیٰ علیہم السلام دونوں کی پیدائش تراب سے بتائی گئی ہے یعنی ایسی مٹی جس میں الہام کی آمیزش نہ تھی۔ ان دونوں بیانات میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ آدم سے مراد یہاں آدم نہیں اور عیسیٰ سے مراد صرف عیسیٰ نہیں بلکہ آدم اور ابنائے آدم اور عیسیٰ اتباع عیسیٰ مراد ہیں اور ان لوگوں میں سے ایک جماعت الہام کو نظر انداز کرنے والی تھی پس بحیثیت جماعت دونوں کی پیدائش تراب سے قرار دی گئی۔ (۷۶)

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (۷۷) اس آیت کے مصداق کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہیں ''یہ آیت بھی بتاتی ہے یہاں انسانوں ہی کا ذکر ہے اور ابلیس اور اس کی اتباع سے مراد بھی بعض قسم کے انسان ہیں کیونکہ فرماتا ہے کہ انسان، ابلیس اور اس کی اتباع اسی دنیا میں رہیں گے اور اسی دنیا میں کام کریں گے اور اس دنیا میں رہنے والے اور کام کرنے والے آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں''۔ (۷۸)

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۱ کی تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں ''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دنیوی تباہی اور اس کے بعد کی زندگی کے متعلق ہے کیونکہ اخروی زندگی کے متعلق تو کفار سمجھ نہیں

سکتے تھے کہ اس کا وقت قریب آ گیا ہے نہ ابھی ہڈیاں ہو کر چورہ ہونے کا وقت آیا تھا پس اس جگہ مراد اس دنیا کی سیاسی یا قومی موت اور پھر دوبارہ احیاء ہے''۔(۷۹)

اس تفسیر کے اندر مرزا محمود نے قیامت کی حقیقت کا انکار کیا ہے۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا. (۸۰) کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں ''حضرت سلیمان علیہ السلام کے جہاز شام کے اوپر کے علاقہ سے سامان لے کر نیچے آتے تھے یعنی فلسطین کی طرف۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے''۔(۸۱)

اس آیتِ مبارکہ میں مرزا محمود حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزہ کے انکار کر رہا ہے۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ. (۸۲) کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ''اگلے جہان کی جہنم تو نظر نہیں آتی لیکن اس آیت میں کفار پر حجت تمام کی گئی ہے اس لئے دوزخ سے مراد اس جگہ وہ ذلت ہے جو قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ان کو پہنچنے والی تھی اور ایک لمبے عرصے تک ان کے ساتھ لگی رہنی تھی''۔(۸۳)

یہاں بھی مرزا محمود نے قرآنی آیت کا غلط مفہوم بیان کر کے قیامت کا انکار کیا ہے۔

وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۔(۸۴) کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ آخری زمانہ میں بھی ابراہیم علیہ السلام کو لوگ بہت نیک قرار دیں گے چنانچہ اس آخری زمانہ میں بھی جو امتیں قائم ہیں وہ ساری کی ساری حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتی ہیں یعنی مسلمان بھی یہودی اور عیسائی بھی۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ ساعت آخرت میں جو بروز ابراہیم علیہ السلام ظاہر ہوگا وہ بھی خدا کے نزدیک اپنے کام کا اہل ہوگا اور اس پر اعتراض کرنے والے غلطی کریں گے''۔(۸۵)

اس آیت میں مرزا محمود مرزا غلام احمد کو بروزِ ابراہیم قرار دینے کے لئے یہ غلط تشریح کر رہا ہے۔ حالانکہ اس آیت کا تعلق آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے ''مع آبائه المرسلین فی الجنة۔''(۸۶)

يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۔ (۸۷) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لفظ یٰجبال کے متعلق لکھتے ہیں "قرآن مجید میں یٰجبال ہے جس کے معنی ہیں اے پہاڑو۔ مفسرین یہ معنی کرتے ہیں کہ داؤد کے ساتھ پہاڑ بھی زور زور سے تسبیح کیا کرتے تھے مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کریم میں سورۂ یوسف میں بیان ہوا کہ" وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا" یعنی ابنائے یعقوب نے کہا کہ اگر بن یامین کے متعلق ہم جھوٹ بولتے ہیں تو اس بستی سے پوچھئے جس میں ہم رہتے تھے حالانکہ بستیاں کبھی بولا نہیں کرتیں، عرب کے ادیب کہتے ہیں کہ اس سے مراد بستی والے ہیں اور عیر کے معنی گدھے کے ہیں لیکن اس کے معنی ادباء یہ بیان کرتے ہیں کہ ابنائے یعقوب کا یہ مطلب تھا کہ گدھوں والوں سے پوچھو، اسی محاورہ کے مطابق یہاں کہا گیا ہے کہ "یٰجبال اوبی معه " اے پہاڑو! داؤد کی تسبیح کا تسبیح سے جواب دیا کرو اور معنی یہ ہے کہ اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم بھی داؤد علیہ السلام پر ایمان لاؤ اور اس کی تسبیح میں شریک ہو جاؤ۔ (۸۸)

مرزا محمود احمد حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزے کا انکار کرنے کے لئے یہ غلط تفسیر کی ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۔ (۸۹) دابة الأرض" کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں "یعنی ان کا وارث دنیا کا کیڑا تھا نیک بندہ نہ تھا۔ سلیمان علیہ السلام کے بعد اس کے رویے سے لوگ بدک گئے اور بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ (۹۰)

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۔ (۹۱) کی تفسیر میں اس آیت کے مفہوم کو بگاڑ کر لکھتے ہیں "یہ فقرہ تقلیب نسبت کے طور پر استعمال ہوا ہے جیسے کہتے ہیں پرنالہ چلتا ہے یا نہر چلتی ہے حالانکہ نہ نہر چلتی ہے نہ پرنالہ چلتا ہے بلکہ پانی چل رہا ہوتا ہے اس لئے ہم نے ترجمہ یہ نہیں کیا کہ پرندے اصحاب فیل پر پتھر مارتے تھے بلکہ یہ ترجمہ کیا ہے کہ ان کے گوشت کو وہ سخت قسم کے پتھروں پر مارتے تھے اور نوچتے تھے کیونکہ یہاں" ترمیهم بحجارة "آتا ہے اور عربی زبان میں "ب" کے معنی "علی" کے بھی ہوتے ہیں پس لفظی طور پر عربی کے لحاظ سے یہ ترجمہ ہو جائے گا کہ وہ ان کو پتھروں پر مارتے

تھے اور یہی ترجمہ ہم نے کیا ہے۔ چیلیں وغیرہ جب مردوں کے گوشت کھاتی ہیں تو اسی طرح کھاتی ہیں پہلے مردے کی ایک بوٹی اٹھا کر لے جاتی ہیں پھر پتھر پر بیٹھ جاتی ہیں پھر چونچ سے اس بوٹی کو پکڑ کر بار بار پتھر پر مارتی ہیں اور پھر کھاتی ہیں غالباً اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اگر بوٹی کو مٹی یا ریت وغیرہ لگ گئی ہو تو اس کو دور کر دیں"۔ (۹۲)

یہاں پر بھی مرزا محمود احمد اصل حقیقت کو نظر انداز کرنے کے لئے اور قرآنی معجزات کا انکار کرنے کے لئے اس طرح کی تفسیر کر رہے ہیں جو کہ آج تک کسی مفسر قرآن نے نہیں کی۔

وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۔ (۹۳) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے "بیوی سے اس جگہ تابع لوگ مراد ہیں یعنی ملکی رعیت۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو بیرونی دوست وہ بنائیں گے وہ بھی تباہ ہو جائیں گے اور ان کے اموال بھی تباہ ہو جائیں گے اور سامان بھی تباہ ہو جائیں گے اور رعایا بھی تباہ ہو جائے گی اس وجہ سے کہ رعایا بھی ان کی بھڑکائی ہوئی آگ میں مزید ایندھن ڈالتی جاتی تھی اور ان کو جوش دلاتی جاتی تھی"۔ (۹۴)

مفسرین "وامرأته" سے ابولہب کی بیوی مراد لیتے ہیں لیکن مرزا محمود نے اپنی تفسیر کے اندر اس بات کا انکار کر دیا ہے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "معه ام جميله بنت حرب بن امية"۔ (۹۵)

"تفسیر صغیر" میں مذکور امتیازی مسائل کا جائزہ:

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنے والد مرزا غلام احمد کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی قرآنی آیات میں تحریفات کی ہیں جس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۔ (۹۶) کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ "آخرت" کے متعلق حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ "اور آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں۔ (۹۷) مرزا بشیر الدین مرزا غلام احمد کی وحی کو اور اس آیت میں مرزا غلام احمد پر ہونے والے اعتراضات کو ختم کرنے کے لئے یہ مفہوم بیان کیا ہے تاکہ کسی قسم کا کوئی اشکال نہ رہے اور مرزا غلام احمد کی نبوت بھی ثابت ہو جائے۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۔ (۹۸) اس آیت

مبارکہ میں مرزا بشیر الدین مرزا غلام احمد کی وحی کو ثابت کرنے کے لئے اس آیت کا مصداق مرزا غلام احمد کو بھی قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے ''یعنی تمہاری شرارتوں کی وجہ سے جو وحی الٰہی کے سلسلہ کو بند کر دیا گیا تھا اب میرے ذریعہ سے دوبارہ اس کو کھولا جائے گا''۔(۹۹)

آج تک کسی بھی مفسر قرآن نے اور صحابہ کی جماعت نے ایسا مفہوم بیان نہیں کیا جو مفہوم مرزا بشیر الدین اپنے والد کے جھوٹے اقوال کو ثابت کرنے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں لفظ 'خاتم النّبیین' کی وضاحت کرتے ہوئے مرزا بشیر الدین حاشیہ میں لکھتا ہے ''آپ کی تصدیق کے بغیر اور آپ کی تعلیم کی شہادت کے بغیر کوئی شخص نبوت یا ولایت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا لوگوں نے نبیوں کی مہر کی جگہ آخری ہی کے معنی لئے ہیں مگر اس سے بھی ہماری پوزیشن میں فرق نہیں آتا۔ آنحضرت ﷺ کے معراج کو مدِ نظر رکھا جائے تو انبیاء کا شجرہ مطابق مسند احمد بن حنبل یوں بنتا ہے:

سدرۃ المنتہیٰ	محمد رسول اللہ ﷺ
ساتواں آسمان	حضرت ابراہیم علیہ السلام
چھٹا آسمان	حضرت موسیٰ علیہ السلام
پانچواں آسمان	حضرت ہارون علیہ السلام
چوتھا آسمان	حضرت ادریس علیہ السلام
تیسرا آسمان	حضرت یوسف علیہ السلام
دوسرا آسمان	حضرت عیسیٰ و حضرت یحییٰ علیہم السلام
پہلا آسمان	حضرت آدم علیہ السلام
اہل زمین	

اس نقشہ کو دیکھو تو مخلوق کے مقام پر جو شخص کھڑا ہوگا اس کی نظر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر پڑے گی اور سب سے آخر اس کی نظر محمد رسول اللہ ﷺ پر پڑے گی گویا سب نبیوں میں آخری نبی وہ رسول اللہ ﷺ کو قرار دے گا۔ اس کے علاوہ اگر اس حدیث کو لیں کہ آدم ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا تب بھی میں خاتم

النبیین تھا تو بھی شجرۂ انبیاء میں رسول کریم ﷺ کو مقام کے لحاظ سے اوپر کی جگہ حاصل ہے پس جب رسول کریم ﷺ معراج میں سب سے اوپر گئے تو مقامِ محمدی آخری نبوت کا مقام بنا اس طرح بھی وہی معنی ٹھیک رہے جو ہم نے کئے ہیں یعنی ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ محمد ﷺ کا مقام سب نبیوں سے افضل ہے"۔(۱۰۰)

ختم نبوت کی جو تفسیر مرزا بشیر الدین نے کی ہے یہ تفسیر آج تک نہ تو کسی مفسرِ قرآن نے کی ہے اور نہ ہی کسی لغت میں ختم کے یہ مفہوم پایا جاتے ہیں بس مرزا بشیر الدین نے اپنے والد کے جھوٹے پن کو سچا ثابت کرنے کے لئے قرآن میں یہ تحریف کی ہے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ جب مرزا بشیر الدین کے ہاں معراج ہوا ہی نہیں تھا تو پھر اس حدیث کو دلیل کے طور پر کیوں پیش کر رہے ہیں۔مرزا بشیر الدین آگے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۶ میں لفظ "سراجا منیراً" کی تفسیر میں مزید لکھتا ہے کہ "اس جگہ رسول اللہ ﷺ کا نام روشن کرنے والا چراغ یا سورج رکھا گیا ہے یعنی آپ سے نور پا کر ظلی طور پر ایسے لوگ تیار ہوتے رہیں گے جو دنیا کو روشن کرتے رہیں گے جیسا کہ چاند سورج سے روشنی پا کر اندھیرے کو دور کرتا ہے"۔(۱۰۱)

حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ:

مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہے جو جماعتِ ربوہ والوں کا ہے اور اس عقیدہ کو مرزا بشیر الدین نے اپنی تفسیر کے اندر قرآنی آیت میں تحریف کرکے بیان کیا ہے چنانچہ سورۂ نساء کی آیت "بل رفع اللہ الیہ" کی تفسیر کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتا ہے "مفسرین اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ تمام اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے اس پر ایمان لے آئیں گے لیکن یہ معنی درست نہیں کیونکہ یہاں "ان من اھل الکتاب" کے الفاظ ہیں جو بتاتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے ہر فرد کا ایمان لانا ضروری ہے حالانکہ لاکھوں یہودی ایسے ہیں جو مسیح کے زمانہ سے اب تک فوت ہو چکے ہیں لیکن ان کو مسیح پر ایمان لانا نصیب نہیں ہوا پس ہم نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اہل کتاب میں سے ہر ایک (یعنی یہودی اور مسیحی) اپنی موت سے پہلے یہ مانتا رہے گا کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔یہودی اس لئے کہ وہ مسیح کو لعنتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور عیسائی اس لئے کہ وہ کفارہ کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب ان میں سے کوئی شخص وفات پا جائے گا تو اس پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ صلیب سے زندہ اتر آیا تھا ہمارے معنی اس لئے بھی درست ہیں کہ اس آیت کی دوسری قرأت "قبل موتھم" آئی ہے جو بتاتی ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ایسا ایمان نہیں لائیں گے بلکہ ہر یہودی اور ہر عیسائی اپنی موت سے پہلے ایسا سمجھتا رہے گا کیونکہ "ھم" جمع ضمیر غائب ہے اس کا مرجع مسیح علیہ السلام نہیں ہو سکتے"۔(۱۰۲)

یہاں پر مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے یہ غلط تفسیر کی ہے۔ اسی طرح مزید حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے سورۂ مائدہ کی آیت "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا " کی تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں" یہ آیت وفاتِ مسیح علیہ السلام کا ثبوت ہے۔ اگر مسیح علیہ السلام اور اس کی ماں کو اللہ تعالیٰ نے مارا نہیں تو یہ آیت ایک بے دلیل دعویٰ بن جاتی ہے"۔ (۱۰۳)

مزید سورۂ مائدہ کی آیت "مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ" کی تشریح میں لکھتے ہیں "خـلا فـلان اذا مـات" یعنی خلا کے معنی وفات پانے کے ہیں۔ یہ آیت وفاتِ مسیح علیہ السلام پر دلالت کرتی ہے کیونکہ دوسری جگہ آتا ہے 'و مـا مـحـمـد الا رسـول قـد خلت من قبلـه الـرسـل' یعنی محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے سب رسول (جن میں مسیح بھی شامل ہے) فوت ہو چکے ہیں"۔ (۱۰۴)

مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس بات کا بھی انکار کرتا ہے کہ وہ آسمان پر ہیں چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۵ "قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ " کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس زمین سے باہر نہیں جاسکتا نہ آسمان پر جاسکتا ہے جیسا کہ غلطی سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر چلے گئے۔ اگر وہ دونوں آسمان پر بیٹھے ہیں تو یا تو یہ آیت غلط ہے کہ تم اسی زمین میں زندہ رہو گے یا پھر عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام انسان نہیں ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اور تمام ایسے انسان جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر ہیں اسی زمین میں زندگی بسر کریں گے اسی میں دفن ہوں گے اور اسی میں سے پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے"۔ (۱۰۵)

اسی طرح مرزا بشیر الدین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثتِ ثانیہ کا بھی قائل تھا۔ اس کے متعلق سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۶۳ "وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ" کے ترجمہ و تفسیر میں لکھتا ہے" اور جب عیسیٰ (بعثتِ ثانیہ میں) نشانات کے ساتھ آئے گا۔ اب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں" اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ثانیہ کا ذکر ہے"۔ (۱۰۶)

اصل میں مرزا بشیر الدین مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ کہ" میں عیسیٰ بھی ہوں" کو ثابت کرنے کے لئے

قرآن کی اس آیت میں تحریف کی ہے۔

الغرض مرزا بشیر الدین محمود احمد کی دونوں تفاسیر میں بہت زیادہ تحریفات پائی جاتی ہیں اور یہ بات کسی بھی مفسر قرآن کو زیب نہیں دیتی۔ کہ وہ خدا کی کتاب میں قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اپنی عقل کو ترجیح دے۔

خلاصہ بحث: موجودہ دور میں باطل فرقوں میں سے قرآنیات پر سب سے زیادہ کام جماعت احمدیہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ لیکن اس کا مقصد تحریف قرآنی کے ذریعے اپنے عقائد و نظریات کو ثابت کرنا ہے۔ جس کی مثال ہمیں مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ان دو تراجم قرآن (تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر) سے ملتی ہے۔ جماعت احمدیہ، ربوہ میں ان دو تراجم قرآن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان میں قادیانی عقائد کو ثابت کرنے کے لیے تراجم قرآن کے ساتھ ساتھ قرآنی تفاسیر میں بھی جماعت احمدیہ کے عقائد و نظریات اور سلف وصالحین کے تفسیری منہج سے ہٹ کر ہوائے نفس کی اتباع کی گئی ہے۔ جس سے عام قاری کے لیے دوران مطالعہ یہ تفریق مشکل ہے کہ یہ تفاسیر کن نظریات و کن عقائد کا پرچار کر رہی ہیں۔

اس لیے موجودہ دور میں جس طرح اہل علم امت مسلمہ کو باطل عقائد و نظریات سے محفوظ رکھنے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں وہاں ان پر یہ ذمہ داری بھی بنتی کہ امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لیے اس قسم کے جو بھی غلط قرآنی تراجم یا قرآنی تفاسیر لکھی گئی ہیں یا لکھی جاری رہی ہیں ان کو منظر عام پر لا کر تفسیر بالرائے المذموم کی نشاندہی کریں تاکہ امت مسلمہ گمراہ اور تحریف شدہ تراجم قرآن سے آگاہی پا کر ایمان جیسی نعمت کو محفوظ رکھ سکے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن (مکتبہ رحمانیہ، لاہور) باب ماجاء یفسر القرآن برأیہ، ۵۸۹/۲۔

☆۔ مرزا بشیر الدین کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو مرزا غلام احمد کے ہاں ہوئی تھی۔ اصل نام محمود رکھا گیا لیکن مرزا غلام احمد کے الہامات کی وجہ سے بشیر الدین اور مصلح موعود کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین کو حضرت عمر فاروقؓ قرار دیتی ہے اور مرزا بشیر الدین پر فضل عمر کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی گئی جس میں مرزا بشیر الدین کے فضائل کثرت سے مرزا غلام احمد کے اقوال کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں اس کتاب میں ہے کہ "میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی

لفظاً آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔" (مرزا طاہر احمد، سوانح فضل عمر (فضل عمر فاؤنڈیشن، ۱۹۷۵ء) ۱/۳۔)

مرزا بشیر الدین کی تعلیمی قابلیت:

مفتی محمد صادق مرزا بشیر الدین کی تعلیم قابلیت کے متعلق لکھتے ہیں "حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) بھی کسی کے شاگرد نہ تھے اسی طرح آپ (یعنی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) بھی کسی کے شاگرد نہیں ہیں، بے شک آپ اسکول میں پڑھتے رہے ہیں۔ مجھ سے بھی پڑھتے رہے ہیں۔ اس زمانے میں، میں ہیڈ ماسٹر تھا یا مولوی شیر علی صاحب تھے۔ آپ (میاں محمود احمد) سکول میں پڑھتے تھے مگر ہر جماعت میں فیل ہوتے تھے (لیکن ہم پھر بھی اگلی جماعت میں چڑھا دیتے تھے۔ اس لیے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا) کے فرزند ہیں۔ آپ نے مڈل کا امتحان دیا اور میں ساتھ گیا۔ اس میں بھی آپ فیل ہوئے۔ پھر انٹرنس کا دیا، اس میں بھی آپ فیل ہوئے۔" (الفضل، قادیان، ج ۲۳، نمبر ۹۷، ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء، ص: ۳۔)

مرزا محمود اپنی تعلیمی قابلیت کے متعلق خود لکھتے ہیں "میری تعلیمی حالت نہایت معمولی تھی سستی کہو یا صحت کی کمزوری کا خیال کر لو میں اسکول میں کبھی اچھے نمبروں پر کامیاب نہیں ہوا تھا۔ دینی تعلیم ایسی تھی کہ میرے گلے اور آنکھوں کی تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح اول کتاب خود پڑھا کرتے تھے۔ آپ خود کمزور اور بوڑھے تھے۔ مگر میری صحت کو اس قدر کمزور خیال فرمایا کرتے تھے کہ بخاری اور مثنوی رومی خود پڑھتے اور میں سنتا جاتا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی خود ہی پڑھتے اور جب میں پڑھنا چاہتا تو فرمایا کرتے میاں تمہارے گلے کو تکلیف ہوگی۔ مجھے یاد ہے بخاری کے ابتدائی چار پانچ سپارے تو ترجمہ سے پڑھائے مگر بعد میں آدھ آدھ پارا روزانہ بغیر ترجمہ کے پڑھ جاتے۔ صرف کہیں کہیں ترجمہ کر دیتے اور اگر میں پوچھتا تو فرماتے جانے دو۔ خدا خود ہی سمجھا دے گا۔" (الفضل، قادیان، ج ۲۰، نمبر ۱۳۳، ۹ مئی ۱۹۳۳ء۔)

یہ عالم تھا محمود احمد کی تعلیمی قابلیت کا لیکن جب اپنی علمی قابلیت کو دکھاتے ہوئے محمود احمد نے چیلنج کیا کہ یہ چیلنج بھی تفسیر نویسی پر تھا تو مولوی ثناء اللہ صاحبؒ مقابلے میں آئے تو گھبرا کر محمود احمد ان کے مقابلے کی ہمت نہ کر سکے مرزا محمود کے اس چیلنج اور خاموشی کو پیغام صلح نے ان الفاظ میں لکھا ہے "کیا آپ کو علم نہیں جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے تمام دنیا کو اپنے مقابل تفسیر نویسی کے لیے بلایا اور کہا کہ خدا تعالیٰ مجھے تمام معارف خود بتائے گا اور سب کے سب معارف ایسے ہوں گے جو پہلی تفاسیر میں موجود نہ ہوں گے مگر جب مولوی ثناء اللہ بالمقابل ڈٹ گیا اور یہاں تک میاں صاحب کو اجازت دی کہ آپ مقابلہ کے وقت جو کتاب چاہیں ساتھ رکھ لیں میں سادا کاغذ اور قلم لے کر مقابل ہوں گا۔ تو بھی جناب میاں صاحب خاموش ہی رہے اور اب تک مولوی ثناء اللہ شرمندہ کر رہا ہے۔" (پیغام صلح، ج ۲۲، نمبر ۷۳، ۱۹ جون ۱۹۳۴ء، ص: ۷۔)

مرزا محمود احمد کی وفات:

مرزا محمود احمد نے جماعت احمدیہ میں ایک لمبا عرصہ حکمرانی کرنے کے بعد ۱۹۶۵ء کو اپنی موت کے ساتھ اس منصب سے الگ ہوئے اور بعد میں آنے والے لوگوں میں یہ سبق چھوڑ گئے کہ جماعت میں خلافت صرف مرزا غلام احمد کے خاندان کا ہی حق ہے اور کوئی اس کا اہل نہیں۔ جماعت میں اب جو بھی خلیفہ بنتا ہے وہ اسی خاندان میں ہی بنتا ہے۔

۲۔ بقرہ (۲) ۴۔   ۳۔ مرزا، بشیر الدین محمود احمد، تفسیر کبیر (نظارت نشر و اشاعت، قادیان) ۱/ ۱۳۶۔

۴۔ یوسف (۱۲) ۹۶۔   ۵۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۳۵۷۔   ۶۔ مریم (۱۹) ۲۹۔

۷۔ تفسیر کبیر، ۵/ ۱۹۳۔   ۸۔ انبیاء (۲۱) ۷۸۔   ۹۔ تفسیر کبیر، ۵/ ۵۳۷۔

۱۰۔ انبیاء (۲۱) ۸۲۔   ۱۱۔ تفسیر کبیر، ۵/ ۵۴۸۔   ۱۲۔ حج (۲۲) ۷۔

۱۳۔ تفسیر کبیر، ۶/ ۱۲۔   ۱۴۔ فرقان (۲۵) ۸۔   ۱۵۔ تفسیر کبیر، ۶/ ۴۳۷۔

۱۶۔ آلوسی، شہاب الدین، سید، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر) ۸/ ۲۳۸۔   ۱۷۔ شعراء (۲۶) ۱۵۳۔

۱۸۔ تفسیر کبیر، ۷/ ۲۳۰۔   ۱۹۔ نمل (۲۷) ۸۲۔

۲۰۔ تفسیر کبیر، ۷/ ۴۴۳۔   ۲۱۔ قصص (۲۸) ۸۱۔

۲۲۔ تفسیر کبیر، ۷/ ۵۵۱۔   ۲۳۔ عنکبوت (۲۹) ۴۰۔

۲۴۔ تفسیر کبیر، ۷/ ۶۲۹۔   ۲۵۔ تفسیر کبیر، ۱/ ۳۹۔   ۲۶۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۱۲۶۔

۲۷۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (دار الکتب العلمیہ، لبنان) ۱/ ۲۳۳۔

۲۸۔ سیوطی، جلال الدین، علامہ، تفسیر جلالین (دار الحدیث، قاہرہ، ط: ۱) ص: ۲۱۷۔

۲۹۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۲۰۲۔   ۳۰۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۲۲۲۔   ۳۱۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۳۵۶۔

۳۲۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۳۶۶۔   ۳۳۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۳۶۹۔

۳۴۔ ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر دمشقی، حافظ علامہ، تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر (دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء) ۱/ ۳۱۳۔

۳۵۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۴۷۲۔   ۳۶۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۴۷۹۔

۳۷۔ تفسیر کبیر، ۳/ ۴۸۳۔   ۳۸۔ تفسیر کبیر، ۷/ ۶۰۸۔

۳۹۔ تفسیر ابن عباس، ۱/ ۳۱۶۔   ۴۰۔ بقرہ (۲) ۳۴۔

۴۱۔ بشیر الدین محمود احمد، مرزا، تفسیر صغیر (اسلام انٹرنیشنل پبلیشر لمیٹڈ ۱۹۹۰ء) ص: ۱۲۔

۴۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱/ ۷۷۔ ۷۸۔   ۴۳۔ بقرہ (۲) ۷۲۔   ۴۴۔ تفسیر صغیر، ص: ۱۸۔

۴۵۔ بقرہ(۲)۷۴۔ ۴۶۔ تفسیر صغیر،ص:۱۸۔ ۴۷۔ بقرہ(۲)۱۳۱۔

۴۸۔ تفسیر صغیر،ص:۳۰۔ ۴۹۔ بقرہ(۲)۱۸۷۔

۵۰۔ تفسیر صغیر،ص:۳۰۔۳۱۔ ۵۱۔ مفردات غریب القرآن،ج۱/ ۱۶۳۔

۵۲۔ آل عمران(۳)۴۳۔ ۵۳۔ تفسیر صغیر،ص:۸۵۔

۵۴۔ المفردات فی علوم القرآن،ص:۴۰۲۔ ۵۵۔ تفسیر کبیر،ج۷/ ۳۸۔

۵۶۔ آل عمران(۳)۱۱۲۔ ۵۷۔ تفسیر صغیر،ص:۹۳۔ ۵۸۔ مائدہ(۵)۱۱۷۔

۵۹۔ تفسیر صغیر،ص:۱۶۳۔ ۶۰۔ روح المعانی،۷/ ۲۹۔ ۶۱۔ یوسف(۱۲)۳۱۔

۶۲۔ تفسیر صغیر،ص:۲۹۳۔ ۶۳۔ مظہری،محمد ثناءاللہ،تفسیر مظہری(مکتبہ رشدیہ،پاکستان،۱۴۱۲ھ)۵/ ۲۷۔

۶۴۔ النمل(۲۷)۱۸۔ ۶۵۔ تفسیر صغیر،ص:۴۸۶۔

۶۶۔ النمل(۲۷)۹۰۔ ۶۷۔ تفسیر صغیر،ص:۴۹۵۔

۶۸۔ القنوجی،نواب محمد صدیق حسن،بھوپالی،تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن(المطبعۃ الکبریٰ،مصر،۱۳۰۱ھ،ط:۱)
۷/ ۹۳۔ ۶۹۔ سورۂ سبا(۳۴)۱۰۔

۷۰۔ تفسیر صغیر،ص:۵۶۱۔ ۷۱۔ سورۂ طور(۵۲)۴۔ ۷۲۔ تفسیر صغیر،ص:۶۹۷۔

۷۳۔ سورۂ رحمٰن(۵۵)۳۱۔ ۷۴۔ تفسیر صغیر،ص:۷۱۳۔ ۷۵۔ آل عمران(۳)۵۹۔

۷۶۔ تفسیر صغیر،ص:۸۷۔ ۷۷۔ سورۂ اعراف(۷)۲۳۔ ۷۸۔ تفسیر صغیر،ص:۱۹۱۔

۷۹۔ تفسیر صغیر،ص:۳۵۵۔ ۸۰۔ انبیاء(۲۱)۸۱۔ ۸۱۔ تفسیر صغیر،ص:۴۷۱۔

۸۲۔ سورۂ انبیاء(۲۱)۹۸۔ ۸۳۔ تفسیر صغیر،ص:۴۳۰۔ ۸۴۔ سورۂ عنکبوت(۲۹)۴۷۔

۸۵۔ تفسیر صغیر،ص:۵۱۷۔ ۸۶۔ تفسیر ابن عباس،۱/ ۳۱۷۔ ۸۷۔ سورۂ سبا(۳۴)۱۰۔

۸۸۔ تفسیر صغیر،ص:۵۶۰۔۵۶۱۔ ۸۹۔ سورۂ سبا(۳۴)۱۳۔ ۹۰۔ تفسیر صغیر،ص:۵۶۱۔

۹۱۔ سورۂ فیل(۱۰۵)۳۔ ۹۲۔ تفسیر صغیر،ص:۸۳۵۔ ۹۳۔ سورۂ لہب(۱۱۱)۴۔

۹۴۔ تفسیر صغیر،ص:۸۳۹۔ ۹۵۔ تفسیر ابن عباس،۱/ ۱۶۳۔ ۹۶۔ سورۂ بقرہ(۲)۴۔

۹۷۔ تفسیر صغیر،ص:۵۔ ۹۸۔ آل عمران(۳)۵۰۔ ۹۹۔ تفسیر صغیر،ص:۸۶۔

۱۰۰۔ تفسیر صغیر،ص:۵۵۱۔ ۱۰۱۔ تفسیر صغیر،ص:۵۵۳۔ ۱۰۲۔ تفسیر صغیر،ص:۱۳۶۔

۱۰۳۔ تفسیر صغیر،ص:۱۴۳۔ ۱۰۴۔ تفسیر صغیر،ص:۱۵۵۔ ۱۰۵۔ تفسیر صغیر،ص:۱۹۲۔

۱۰۶۔ تفسیر صغیر،ص:۲۵۱۔

☆☆☆☆☆☆